ترجمہ و تلخیص

مسئلۂ تصویر کے مختلف پہلو

اور علماء کے اجتہادی افکار

ڈاکٹر محمود حسن الہ ابادی

مجسمہ سازی، تصویر کشی، فوٹو گرافی (کیمرہ کی تصویر)، عکسی تصویر (سینیما ٹو گراف)، متحرک تصویر (ویڈیو گرافی) اور نقاطی تصویر (Digital Photography) یہ سب ایک ہی شجر خبیثہ کی شاخیں اور برگ و بار ہیں، جن کی فنون لطیفہ (Fine Arts) کے نام سے پوری دنیا میں سرپرستی کی جارہی ہے۔ موجودہ زمانے میں کچھ جائز ضرورتوں اور Internet سے فائدہ اٹھانے کی خاطر علمائے کرام کے درمیان گفتگو ہوتی رہی ہے اور انھوں نے نہایت دیانت داری کے ساتھ نصوص کی روشنی میں موجودہ صورت حال کو قابل قبول بنانے کے لیے ہر ممکن اجتہاد سے کام لیا ہے۔ ٹکٹ، سکہ اور نوٹ کے استعمال کی خاطر تصویروں کو پہلے ہی اضطراراً جائز قرار دیا گیا تھا، لیکن اس وقت صورت حال یہ ہے کہ شناختی کارڈ، پاسپورٹ، رجسٹری وغیرہ کے علاوہ گھر گھر ٹی وی، ویڈیو، سی ڈی، ڈی وی ڈی اور انٹرنٹ پر تصویروں کا وہ سیلاب آ گیا ہے جس سے بچنا ناممکن ہو گیا ہے۔ صورت حال ناگوار یقیناً ہے، لیکن حتی الامکان اس کی اصلاح کر کے اس سے فائدہ اٹھانا بالخصوص تبلیغ دین کے لیے اس وقت ضروری سمجھا جانے لگا ہے۔ عوام الناس کا یہ حال ہے کہ ان کے ذہنوں میں یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ تصویروں میں کوئی شرعی قباحت بھی ہے کیوں کہ استمرار اور تسلسل کے ساتھ تصویروں کے دیکھنے اور مصوّر اشیاء کے کثرت استعمال، شادیوں اور مذہبی، ادبی نیز سماجی پروگراموں کی ویڈیو گرافی سے تصاویر کے قابل حذر ہونے کا تصور عوام تو عوام، بلکہ خواص کے ذہنوں سے بھی محو ہو چکا ہے۔ اسکولوں میں بچوں کو تصاویر کے ذریعہ تعلیم دی جا رہی ہے اور جان داروں کی تصویر کشی تو اب داخلِ نصاب ہے۔

ان ناگزیر حالات میں، جب کہ مسلمانوں اور اسلام پر حکومتوں اور میڈیا کے حملوں میں بے انتہا تیزی آگئی ہے، یہ ضروری ہوگیا ہے کہ علمائے کرام وقت کے سیلاب کو روکنے کے لیے تصویر کے جائز اور واقعی ضروری استعمال کے جواز یا عدم جواز پر اجتماعی طور سے غور کریں۔ گزشتہ صدی کی آٹھویں دہائی میں جماعت اسلامی پاکستان نے اس مسئلہ میں بحث و تمحیص کے بعد ایک موقف اختیار کیا (اس کا ذکر آگے آرہا ہے)۔ ۲۰۰۷ء میں پاکستان کے جملہ مکاتبِ فکر کی سرکردہ علمی شخصیات پر مشتمل 'ملی مجلس شرعی' کے نام سے ایک مستقل پلیٹ فارم تشکیل دیا گیا، جس کا ہدف یہ تھا کہ فروعی اختلافات سے بالاتر رہتے ہوئے عوام الناس کو اسلام کی روشنی میں درپیش جدید مسائل کا حل پیش کیا جائے۔ اس مجلس کے دوسرے اجلاس منعقدہ ۴/نومبر ۲۰۰۷ء میں وسیع پیمانہ پر تمام مکاتبِ فکر کے علماء کا ایک نمائندہ سمینار منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا۔ یہ سمینار ۱۳/اپریل ۲۰۰۸ء کو مفتی محمد خاں قادری کی درس گاہ جامعہ اسلامیہ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور میں منعقد ہوا، جس میں بریلوی مکتبِ فکر کے چار علماء، دیوبندی مکتب فکر کے پانچ علماء اور اہل حدیث مکتب فکر کے چار علماء کے علاوہ جماعت اسلامی کی طرف سے شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک نے نمائندگی فرمائی۔ اس سمینار کی رپورٹ اور سمینار میں پیش کئے گئے چند مضامین پر مشتمل ماہ نامہ 'محدث' لاہور نے ایک خاص نمبر شائع کیا ہے جو مئی، جون ۲۰۰۸ء کے مشترکہ شمارہ پر مشتمل ہے۔ اس سمینار کا حاصل ایک متفقہ قرارداد کی شکل میں سامنے آیا، جو درج ذیل ہے۔

''دعوت و اصلاح اور اسلامی مقاصد کے حصول خصوصاً اسلام کے دفاع اور دین مخالف پروپیگنڈہ کا جواب دینے کے لیے الکٹرانک میڈیا کا استعمال جائز ہے، خواہ بہ اکراہ ہی کیوں نہ ہو''۔ اس پر مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء نے دستخط کیے۔

مذکورہ قرارداد کا قدرے تفصیلی تجزیہ حافظ صلاح الدین یوسف کی قرارداد میں ہے، جسے پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، کیوں کہ منظور شدہ قرارداد ان تمام نکات کو محیط ہے۔ یہ قرارداد درج ذیل ہے:

☆ تصویر کی حرمت قطعی اور ابدی ہے۔ اس کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

☆ تصویر ہاتھ سے بنی ہو، یا کیمرے کے ذریعہ سے، دونوں میں کوئی فرق نہیں اور دونوں یکساں طور سے حرام ہیں۔

☆ آج کل بعض لوگ دینی رہ نماؤں، بزرگوں اور پیروں کی تصویریں فریم کرا کے دوکانوں اور گھروں میں آویزاں کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض علماء اور نعت خوانوں کی تصاویر پر مبنی عام اشتہارات شائع ہو رہے ہیں۔ یہ سب ناجائز اور حرام ہے۔

☆ تاہم ٹی وی وغیرہ پر لادینیت کی جو یلغار ہے اس کے سد باب کے لیے علماء کے تبلیغی پروگراموں میں حصہ لینے کی اسی طرح گنجائش ہے جیسے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ کے لیے بہ امر مجبوری تصویر کا جواز ہے۔

قرارداد میں مولانا عبدالعزیز علوی نے ایک جملہ کا اضافہ فرمایا ہے۔ وہ اس طرح ہے:

''میڈیا پر جو تصاویر آتی ہیں ان کو ناجائز اور حرام سمجھتے ہوئے اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَ قَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِيۡمَانِ (مگر جس کے ساتھ زبردستی کی گئی ہو، حالاں کہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو) کے پیش نظر میڈیا سے دفاعِ اسلام درست ہے''۔

مذاکرہ میں جناب جاوید احمد غامدی اور ان کے ادارہ 'المورد' کے اس نقطۂ نظر کو بالکل قابل اعتنا نہیں سمجھا گیا کہ مجسموں اور تصاویر کا بنانا اور رکھنا نہ صرف جائز ہے، بلکہ مستحسن اور مطلوب ہے، کیوں کہ اللہ جمیل ہے اور وہ جمال سے محبت کرتا ہے۔ ان کے نزدیک تصویر روح کی غذا ہے۔ (بجا طور سے کسی نے پوچھا کہ کہیں یہ بدروح کی غذا تو نہیں ہے؟) جائز اس لیے کہ جب یہ چیز ایک پیغمبر (حضرت سلیمان علیہ السلام) کے لیے جائز تھی تو دوسرے پیغمبروں کے لیے ناجائز اور حرام کیسے ہو سکتی ہے؟ ان کا اشارہ سورۂ سبا کی آیت نمبر ۱۳ کی طرف ہے۔[۱] اس آیت میں لفظ 'تماثیل' استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ بالعموم 'تصویریں' یا 'مجسّمے' کیا جاتا ہے، لیکن مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اس

کا ترجمہ 'نقشے' کیا ہے۔ اس لفظ کی تاویل میں علماء کے تین گروہ ہیں۔ (۱) پہلا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ گزشتہ انبیاء کی شریعتوں میں جان دار کی تصویروں کا بنانا جائز تھا، جو آخری شریعت میں منسوخ ہو گیا۔ بہت سے مفسرین اسی کے قائل ہیں۔ (۲) دوسرا گروہ 'تمثال' سے غیر جان دار کی تصویر مراد لیتا ہے، کیوں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں جان دار کی تصویر بنانا حرام تھا۔[۲] مولانا مودودیؒ اسی کے قائل ہیں۔ (۳) تیسرا گروہ 'تماثیل' کا ترجمہ لفظ 'نقشہ' سے کرتا ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ قلعہ سے متعلق نقشہ ہوتا ہے، تصویریں نہیں۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے یہی تاویل اختیار کی ہے۔[۳]

ماہ نامہ 'محدث' (لاہور) کے شمارہ جون ۲۰۰۸ء میں، جو اس سمینار کی روداد پر مشتمل ہے، اس کے مدیر حافظ حسن مدنی نے بائیس صفحات کے طویل افتتاحیہ میں تمام پیش کردہ مقالات کی تلخیص کی ہے اور سات اہم مقالات کو شائع بھی کیا ہے۔ یہاں ان کے تجزیہ اور تبصرہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مطبوعہ مقالات کے دلائل کے علاوہ اس روداد کی تلخیص بھی پیش کی جا رہی ہے۔

فاضل مدیر کے نزدیک سمینار میں پیش کیے گئے مقالات اور مباحث کے نتیجہ میں علماء کا اس بات پر اتفاق ہوا ہے کہ فی زمانہ تبلیغِ دین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ٹی وی پر آنا جائز ہے، لیکن دلائل اور حدود میں ان کے درمیان تین گروہ ہیں، جن کے نقطہ ہائے نظر درج ذیل ہیں:

(۱) اصلاً تو یہ حرام ہے، اس لیے ٹی وی پر آنا بھی ناجائز ہے، لیکن تبلیغ اسلام کے لیے بعض خارجی وجوہ کی بنیاد پر اسے گوارا کیا جائے گا۔

(۲) تصویر اور ٹی وی کے احکام میں فرق ہے۔ تصویر اصلاً حرام ہے، لیکن ٹی وی اور ویڈیو کی تصویر اس شرعی حرمت میں شامل نہیں ہے۔ اپنی اصل کے اعتبار سے جدید الکٹرانک میڈیا پر آنا شرعاً جائز ہے۔

(۳) تصویر کے حکم میں فوٹو گرافی شامل ہی نہیں، یہ صرف عکس ہے۔

گروہ اول

پہلے گروہ کے نزدیک پہلے اور اب کی تصویر میں چاہے نوعی فرق ہو، لیکن حکم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیوں کہ شریعت کا حکم قیامت تک کے لیے ہے۔ حرمت کے وجوہ فوٹو گرافی میں کاملاً اور ویڈیو میں اکمل طور پر پائے جاتے ہیں اور یہ تمدنی ترقی کا مرہون منت ہے۔ لغت اور شریعت میں دونوں کے لیے لفظ 'تصویر' ہی استعمال ہوگا۔ لیکن اس گروہ میں بھی دو ذیلی گروہ ہیں:

پہلا گروہ حدیث کے ظاہرِ الفاظ سے استدلال کرتا ہے۔ گڑیوں کے جواز کی دلیل بھی حدیث کے ظاہری الفاظ ہی ہیں۔ ان کے نزدیک ٹی وی یا میڈیا پر تبلیغِ اسلام کے لیے آنا بھی بہ وجہ اضطرار ہے، جیسے سکوں، پاسپورٹ، شناختی کارڈ یا سرکاری دستاویزات میں فوٹو کا استعمال۔ یہ اضطرار عورتوں کے غیر محرم ڈاکٹروں سے علاج کرانے کے مترادف ہے۔ دوسرا گروہ دین میں فقاہت کو باعثِ خیر و برکت قرار دیتا ہے۔ اس لیے الفاظ کے بجائے وہ حدیث کی حکمتوں پر غور کرتا ہے۔ یہ رویّہ فقہائے محدثین سے قریب تر ہے۔ ان کے نزدیک وہ تصاویر، جن سے دینی مقاصد پورے نہ ہوتے ہوں، لازماً حرام ہیں، لیکن جو شرعی مقاصد بغیر تصویر کے پورے نہ ہوتے ہوں ان کی تکمیل کے لیے ویڈیو اور فلم بندی وغیرہ گوارا ہے۔ بعض علمائے شریعت کے نزدیک أخفّ الضررین مصلحت اور سدِ ذریعہ کے تحت حالات و ظروف کے مطابق دفاعِ اسلام اور تعبیرِ دین کا مؤثر طریقہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ پہلے ذیلی گروہ کے موقف میں اضطرار کا اور دوسرے ذیلی گروہ کے موقف میں استثناء کا اصول کار فرما ہے۔

پہلے ذیلی گروہ کے مؤیدین میں حافظ عبد العزیز علوی، حافظ صلاح الدین یوسف اور مولانا رمضان سلفی (تینوں اہل حدیث)، مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی (بریلوی) اور مولانا رشید میاں تھانوی (دیوبندی) کے نام ہیں۔ دوسرے ذیلی گروہ کے مؤیدین میں مولانا محمد شفیق مدنی اور حافظ عبد الرحمٰن مدنی (دونوں اہل حدیث) ہیں۔ ان دونوں

گروہوں کی توجیہ وتعلیل میں اختلاف ہے، لیکن نتیجہ وفتویٰ میں دونوں یکساں ہیں۔

فاضل مدیر نے افادۂ عام کی غرض سے بعض عرب علماء کی رائیں بھی نقل کی ہیں، جن کا یہاں تذکرہ کرنا حسبِ حال ہوگا:

☆ شیخ ناصر الدین البانیؒ فرماتے ہیں: ''اگرچہ ہم تصویر کی ہر دو نوع (تصویر بنانا اور لٹکانا) کی حرمت کے پورے وثوق سے قائل ہیں، لیکن اس کے باوجود ایسی تصویر جس سے کوئی یقینی فائدہ حاصل ہوتا ہو اور اس سے کوئی شرعی ضرر لاحق نہ ہو، اپنانے میں کوئی مانع نہیں سمجھتے، بشرطے کہ یہ فائدہ اس جائز طریقہ کے سوا حاصل ہونا ممکن نہ ہو، جیسے کہ طب وجغرافیہ میں تصویر کی ضرورت پیش آتی ہے، یا مجرموں کو پکڑنے اور ان سے بچاؤ وغیرہ کے سلسلے میں، تو یہ تصویریں شرعاً نہ صرف جائز، بلکہ بسا اوقات واجب بھی ہو جاتی ہیں''۔ اس کی دلیل میں دو حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ ایک میں حضرت عائشہؓ کے گڑیاں بنانے کا اور دوسری میں حضرت ربیع بنت معوذؓ کا بچوں کے لیے روئی کے کھلونے بنانے کا ذکر ہے۔ پھر وہ اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ''یہ دونوں احادیث جواز تصویر اور استعمال پر دلیل ہیں، بشرطے کہ اس سے کوئی تربیتی مصلحت پوری ہو رہی ہو یا کسی فرد کے تہذیب وسلیقہ اور تعلیم میں مدد ملتی ہو۔ اس جواز میں تصویر کشی اور تصاویر کی وہ صورتیں بھی ملحق ہو جاتی ہیں جن میں اسلام یا مسلمانوں کی کوئی دینی مصلحت پائی جاتی ہو۔ البتہ اس کے ماسوا امور میں تصویر کی حرمت اپنی جگہ قائم و دائم رہے گی، مثلاً مشائخ، بڑی ہستیوں اور دوستوں وغیرہ کی تصویر کشی جس میں بتوں کے پجاری کفار کی مشابہت کے سوا کوئی دینی فائدہ حاصل نہیں ہوتا''۔[۴]

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ البانی کا موقف دوسرے ذیلی گروہ والا ہے۔

مفتیٔ اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن بازؒ فرماتے ہیں: ''گزری باتوں کے محفوظ کرنے کے لیے بنائی گئی تمام تصاویر کو جلا کر یا پھاڑ کر تلف کر دینا ضروری ہے، البتہ ایسی تصاویر جن سے کوئی شرعی ضرورت پوری ہوتی ہو، مثلاً لوگوں (یا مجرموں) کی شناخت وغیرہ جیسی ضرورتیں، تو ان کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔[۵]

سعودی عرب کے متبحر عالم دین شیخ ابن جبرین کا موقف بھی تصویر کی حرمت پر دوٹوک ہے۔ البتہ وہ بھی اضطراری صورت میں تصویر کو جائز قرار دیتے ہیں۔ کہتے ہیں: ''فی زمانہ کرنسی نوٹوں پر حکم رانوں کی تصاویر ممانعتِ تصویر کے شرعی حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ ایسے ہی پاسپورٹ، شناختی کارڈ وغیرہ، جن کو ساتھ رکھنے کی ضرورت اور تمدنی حاجت ہے، اس استثناء میں شامل ہیں۔ البتہ یاد رہے کہ ان کا جواز اسی حاجت تک محدود رہے گا۔''[۶]

شیخ محمد علی صابونی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''بلکہ تصویر کی اجازت کے سلسلہ میں ضرورت کی حد تک ہی محدود رہا جائے گا، جیسے کہ شناختی ضرورت یا ایسی کوئی دنیوی مصلحت ہو جس کے لوگ محتاج ہوتے ہیں''۔[۷]

درج بالا اقتباسات کی روشنی میں متذکرہ عرب علماء کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ تمام حضرات (بشمول دیگر علمائے عرب) اصلاً تصویر کی حرمت کے قائل ہیں اور جدید تصاویر کو بھی اسی حرمت میں شامل سمجھتے ہیں، لیکن اضطرار اور مفاد عامہ کے تحت تبلیغ اسلام کے لیے ٹی وی پر آنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

دوسرا گروہ

دوسرا گروہ ان اصحاب علم کا ہے جو عام تصویر کو حرام قرار دیتا ہے، لیکن ٹی وی اور ڈیجیٹل کیمرے کو براہ راست حکم شرعی میں شامل نہیں سمجھتا۔ اس گروہ میں جماعت اسلامی پاکستان کے مولانا عبدالمالک اور جامعۂ اشرفیہ لاہور کے مولانا محمد یوسف خاں ہیں۔

مولانا عبدالمالک کے یہاں ضرورت اور حاجت کے تحت مسئلۂ تصویر کی تقسیم کی گئی ہے، مثلاً غیر ضروری تصویریں، جیسے پورٹریٹ، بیج، خواتین کی تصاویر اور تصویری نمائشیں حرام ہیں۔ لیکن ایسی تصویریں، جن کی کوئی معاشرتی ضرورت ہو، ان کے بارے میں سکوت ہوگا۔ ان کے نزدیک اس کے جواز کی بنیاد دو فقہی قواعد ہیں، (۱) الضرورات تبیح المحظورات (۲) الحاجة قد تُنزَّلُ منزلة الضرورة وغیرہ۔ ان کے نزدیک ٹی وی اور ویڈیو میں تصویر کا ظاہری وجود ہی نہیں ہے، اس لیے یہ تصویر کے مروّجہ

شرعی حکم سے خارج ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ٹی وی کو ایک آلۂ وسیلۂ تبلیغ کے طور پر استعمال ہونا چاہئے، جیسا کہ جنگِ قادسیہ میں ہاتھی کی مورتی بنانے کی غالب حکمتِ عملی اختیار کی گئی تھی۔ بعض علماء کے نزدیک جب تک کیمرے کی تصویر کاغذ پر نہ آئے، حرام نہیں ہوگی۔ نشریاتی لہریں، عکس اور حبس الظل ہونے کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ ان کی تحفیظ برقی ذرات کی شکل میں ہوتی ہے، حرمت کے دائرے میں نہیں آتی ہیں۔

ان علماء کے موقف کے پس پردہ عکس اور تصویر کا باہمی فرق ہے، کیوں کہ عکس کا وجود اصل پر قائم ہوتا ہے، لیکن اس دلیل پر یہ معارضہ ہوتا ہے کہ اگر تصویر کو کاغذ پر طبع کرنے کے بجائے کمپیوٹر اسکرین پر دیکھا جائے تو اسے حرام کیوں نہ کہا جائے گا؟ ان میں بھی تو دوام، جاذبیت اور تصویر کے دیگر خصائص موجود ہوتے ہیں۔ مزید یہ کہ دوام اور ثبوت کو صرف کاغذ میں منحصر کر لینا درست نہیں ہے۔ میڈیا کی کسی بھی شکل میں اس کا مستقل وجود خواہ وہ کمپیوٹر ڈاٹا کی شکل میں ہی ہو اپنی تصویری خصوصیت اور حکمت ممانعت کے باعث قابل گرفت ہے۔ اس لیے ڈیجیٹل کیمرے اور ویڈیو فلم والی تصویر کو براہ راست نہ سہی، سدِّ ذریعہ کے طور پر حرام ہونا چاہئے۔ یہی موقف مولانا محمد تقی عثمانی کا ہے۔ اس کی تفصیل حافظ محمد یوسف خاں کے مقالہ میں موجود ہے۔ یاد رہے کہ ان کے یہاں ہاتھ سے بنائی جانے والی تصویر اور عام کیمرہ کی تصویر کی ممانعت برقرار ہے۔

فقہائے اربعہ حرمت تصویر کے مسئلہ پر متفق ہیں، لیکن اس کی توجیہ حنفی بریلوی عالم شیخ الحدیث مولانا شیر محمد خاں نے یہ کی ہے کہ جدید دور کی تصویر کو بعض قیود کے ساتھ جائز ہونا چاہئے۔ اس احتمالی جواز کی گنجائش کے لیے عرف و رواج یعنی تبدیلیٔ حالات کے تصور سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ انھوں نے اس کے جواز کے لیے علامہ شامی کی ذکر کردہ بہت سی مثالیں دی ہیں۔ اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ تبلیغ اسلام کے لیے ٹی وی پر آنا ضروری ہے۔

تیسرا گروہ

اس گروہ میں بعض عرب اہل علم اور متجددین شامل ہیں۔ ایک طبقہ ان مصری

علماء کا ہے جو علامہ یوسف القرضاوی کی سرپرستی میں تصویر کی حرمت کو ہاتھ سے بنائی گئی تصویر تک محدود رکھنے اور بقیہ ہر قسم کی فوٹوگرافی کو اصلاً جائز قرار دینے کا قائل ہے۔ اس گروہ میں علامہ قرضاوی ۸، محمد بخیت مصری ۹، شیخ سائس مصری ۱۰ اور ڈاکٹر احمد شرباصی ۱۱ کے علاوہ سعودی عرب کے شیخ عثیمینؒ اور کویت کے شیخ عبدالرحمٰن عبدالخالق وغیرہ ہیں۔

دوسرے اور تیسرے گروہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ ایک طبقہ ہر قسم کی فوٹوگرافی کو عکس کی بنا پر مستثنیٰ کرتا ہے، جب کہ دوسرا گروہ کیمرہ کی تصویر کو تو ناجائز، لیکن ڈیجیٹل کیمرے، ٹی وی اور ویڈیو کو جائز قرار دیتا ہے۔ تیسرے گروہ کا ایک حلقہ وہ بھی ہے جو جدید آلات کی تصاویر کو حرام ہی نہیں سمجھتا، جب کہ دوسرا گروہ بعض اوصاف جیسے ثبوت و دوام نہ ہونے کی بنا پر انھیں تصویر کے حکم سے خارج سمجھتا ہے۔

ایک انوکھی دلیل: جواز کے قائلین نے ایک انوکھی دلیل یہ پیش کی ہے کہ حقیقی تصویر جیسا کہ کیمرے کی ہوتی ہے، مشابہت بخلق اللہ میں نہیں آتی۔ مشابہت بخلق اللہ تو اصلاً ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویر ہے، کیوں کہ یہ بعینہٖ خلق اللہ نہیں ہوسکتی۔ اس لیے اس پر روح پھونکنے والی حدیث کا اطلاق نہیں ہوتا۔ شیخ ابن عثیمین نے اس کی مثال فوٹو اسٹیٹ کاپی سے دی ہے، جس میں مشین کا آپریٹر کبھی کبھی جاہل محض ہوتا ہے۔ اس کے باوجود فتویٰ سے ہٹ کر بطور تقویٰ اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔ اس استدلال اور مثال کو پاکستان کے مولانا گوہر رحمان کے علاوہ عرب کے علماء مثلاً ابن باز، شیخ صالح فوزان اور شیخ محمد علی صابونی وغیرہ نے کڑی تنقیدیں کرتے ہوئے ساقط الاعتبار قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مشابہت بخلق اللہ کی علّت تسلیم کرلی جائے تب بھی شرک یا نحوست کے اسباب تو قائم ہی رہتے ہیں۔ پھر اس دلیل سے فرضی تصویریں بنانے والے ہی کے فعل کو حرام ہونا چاہیے، کسی جان دار کی صدفی صد نقل کو حرام نہ ہونا چاہیے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ قوت نہ رکھنے والا اگر ریوالور سے کسی کو قتل کردے تو بھی قاتل اسی کو مانا جائے گا، ریوالور کو نہیں۔ شیخ صالح فوزان نے اس پر پانچ اعتراضات وارد کیے ہیں اور یہ نتیجہ برآمد کیا ہے کہ: ''مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہوا کہ تصویر کی ہر نوع حرام ہے، چاہے وہ مجسّمے ہوں یا

اس کے علاوہ ہاتھ سے بنائی گئی ہو یا آلہ کے ذریعہ (فوٹوگرافی)۔ جو شخص بھی ان میں سے کسی تصویر کو جائز کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کی کوشش باطل اور اس کی دلیل غیر معتبر ہے"۔۱۲

سعودی عرب کے سب سے معتبر اور محترم مفتی شیخ محمد ابراہیم آل شیخ فرماتے ہیں: "بدترین گناہوں میں سے ذی روح کی تصویر بھی ہے کہ اس کو بنایا اور استعمال کیا جائے۔ اس سلسلے میں مجسموں اور کاغذوں پر آلاتِ تصویر سے لی جانے والی تصاویر میں کوئی فرق نہیں۔" ایک اور عرب عالم شیخ ولید بن راشد سعیدان اس استدلال کی تردید یوں کرتے ہیں: "فوٹوگرافی میں اعتبار ذی روح کی تصویر کے وجود کا ہی کیا جائے گا، خواہ اس کے حصول کا اسلوب اور اس پر صرف کردہ محنت مختلف نوعیت کی ہو۔ فقہ کے قواعد میں یہ امر مسلّم ہے کہ شرعی حکم اپنی علّت کے وجود اور عدم وجود کے ساتھ ہی مربوط رہتا ہے"۔۱۳

مذاکرہ میں حافظ محمد زبیر نے بھی اسی موقف کی طرف اشارہ کیا تھا۔

ایک چوتھا گروہ جاوید احمد غامدی کا ادارہ 'المورد' ہے اس کا موقف یہ ہے کہ ٹی وی پر آنا شرعی نقطۂ نظر سے کوئی ناپسندیدہ امر نہیں، بلکہ شریعت کے حکم ممانعت میں کوئی تصویر سرے سے داخل ہی نہیں ہے۔۱۴

اس گروہ کا ذکر یہاں صرف اتمام حجت کے لیے کیا گیا ہے، ورنہ انکار سنت کی بنا پر یہ گروہ ہمارے دائرۂ بحث سے باہر ہے۔

جناب حافظ حسن مدنی مدیر 'محدث' نے اس سمینار کا 'نتیجہ وثمرہ' نہایت جچے تلے لفظوں میں بیان کیا ہے۔ یہاں اسے بجنسہٖ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

"جہاں مسئلۂ تصویر پر مذکورہ بالا تینوں گروہوں کے موقف باہم مختلف ہیں، وہاں اس مسئلہ کے جواز کے لیے ہر صاحب علم نے اپنا اپنا اسلوبِ استدلال اختیار کیا ہے۔ ایسا تو ضرور ہوا کہ کوئی شخصیت کھلے بندوں اس معاملہ کو جائز قرار دے رہی ہے اور کوئی مجبوری واضطرار یا حالات کے جبر کے نام پر با دل ناخواستہ اس ضرورت کو تسلیم کر رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر موقف کے استدلال و توجیہ سے نتائج میں بھی خاطر خواہ فرق واقع ہوتا ہے، چنانچہ پہلے گروہ کے موقف میں اضطرار یا اخفّ الضررین کے مطابق سنگین

حالات میں تصویر کی گنجائش نکالی جائے گی اور وہ بھی بادل ناخواستہ، جب کہ پہلے گروہ کے دوسرے موقف کے مطابق گڑیوں کے کھیل سے استدلال کرتے ہوئے یا مقاصد عامّہ کے تحت ایسی تمدنی ضروریات کے لیے تصویر کی اجازت ہوگی جن کا حصول شریعت میں اصلاً جائز ہو۔ دوسرے گروہ کے مطابق تصویر تو حرام ہے، لیکن وصفِ دوام نہ ہونے کے سبب وہ ٹی وی اور ویڈیو کو حرمتِ تصویر سے نکال لیتے ہیں۔ اس لیے ان کے یہاں ٹی وی، ویڈیو اور ڈیجیٹل کیمرہ کو حسب خواہش استعمال کیا جا سکتا ہے۔ تیسرے گروہ کے ہاں فوٹوگرافی تصویر کا مصداق ہی نہیں۔ اس لیے صرف وہی تصویر حرام ہے جو ہاتھ سے بنائی جائے۔ چنانچہ تصویر بنانے اور فلم و ویڈیو کی کھلی اجازت ہے، بلکہ آخری موقف (چوتھے گروہ) کے مطابق تو یہ مطلوب شے ہے۔'' ۱۵

اس سلسلہ میں سعودی عرب کی دائمی فتویٰ کونسل کا فتویٰ یہ ہے:

''تصویر کی حرمت عام ہے، چاہے آلہ یا کسی بھی طریقہ سے تصویر لی جائے۔ البتہ ٹی وی پر گانے، موسیقی اور تصاویر جیسی منکرات حرام ہیں، لیکن اسلامی لکچر، تجارتی اور سیاسی خبریں، جن کی شریعت میں ممانعت وارد نہیں، جائز ہیں۔ البتہ جب ان کا شر خیر پر غالب آجائے تو اعتبار غالب کا ہوگا۔'' ۱۶

شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالعزیز علوی تصویر کا لغوی مفہوم متعین کرنے کے لیے اقرب الموارد، تاج العروس، مفردات القرآن اور القاموس الوحید کا حوالہ دینے کے بعد ائمہ اربعہ کی رائے یوں نقل کرتے ہیں: ''شوافع اور دوسرے علماء کے نزدیک جان دار کی تصویر انتہائی سخت حرام ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے.... کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے مشابہت پائی جاتی ہے.... اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ تصویر کا سایہ ہو یا نہ ہو۔ صحابہؓ، تابعینؒ اور بعد کے علماء کی اکثریت کا یہی قول ہے اور امام ثوریؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے فقہاء کا بھی یہی موقف ہے'' ۱۷

لیکن ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک تصویر چاہے سایہ دار ہو یا بغیر سایہ کے ہو، حرام ہے، لیکن امام مالک کا اس میں قدرے اختلاف

ہے: ''خلاصہ یہ ہے کہ جان داروں کی تصاویر بالاتفاق حرام ہیں، جب وہ کامل ہوں اور سایہ دار ہوں جو طویل عرصہ تک رہتی ہیں۔ البتہ اگر ان کا ایسا عضو موجود نہ ہو جس کے سبب جان دار زندہ نہ رہ سکتا ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ اسی طرح جس تصویر کا سایہ نہ ہو، جب وہ کاغذ یا دیوار پر منقش ہو یا ایسی چیز پر بنی ہو جو تا دیر نہیں رہتی تو اس میں اختلاف ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ وہ بھی حرام ہے'' ۔۱۸

اس کے بعد انھوں نے غیر سایہ دار کی تصویر کی حرمت میں کئی حدیثیں پیش فرمائی ہیں اور اپنے موقف کی تائید میں حافظ ابن حجرؒ کی رائے نقل کی ہے ۱۹۔ انھوں نے ایک نکتہ کی بات یہ کہی ہے کہ بعض احادیث میں لفظ صورۃ نکرہ ہے جو عموم پر دلالت کرتا ہے۔ ان کے نزدیک ٹی وی اور ویڈیو کی تصویر کو عکس کہنا قیاس مع الفارق ہے۔ دلیل کے طور پر انھوں نے چار مثالیں پیش کی ہیں۔

(۱) آئینہ، پانی یا عکس بننے میں انسان کا دخل نہیں ہے، جب کہ اس کے برعکس میں انسان کا دخل ہے۔

(۲) آئینہ یا پانی میں یہ عکس عارضی ہوتا ہے، جب کہ ٹی وی اور ویڈیو کا عکس محفوظ ہوتا ہے ۔

(۳) قدرتی اشیاء میں عکس اظہارِ شخصیت اور رہ نمائی کے لیے نہیں ہے، جبکہ فوٹو گرافی میں رہ نمائی ہوتی ہے۔

(۴) آئینہ میں ہر انسان مرد، عورت، جوان، بوڑھا، میک اپ، غیر میک اپ سب اپنا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اس سے دوسروں کے جذبات نہیں بھڑکتے۔ لیکن اگر یہ تصویر میں ہو تو عریاں عورتوں کی ویڈیو درست نہیں ہوگی۔

مولانا تبلیغ دین کے لیے تصویر سازی پر بھی چند اشکالات رکھتے ہیں:

(۱) الضرورات تبیح المحظورات میں ضرورت اور مجبوری کا دائرہ کیا ہے؟

(۲) اگر تبلیغِ دین اور مصالح کے تحت تصویر کو جائز قرار دیا جائے تو کیا دوسرے مقاصد کے لیے اس کے استعمال کو روکا جاسکے گا؟

(۳) دین کے لیے کیا دین مخالف ذرائع سے کام لینا درست ہے؟

ان کا خیال ہے کہ تصویر کے استعمال کے بغیر بھی آج کل **جماعة الدعوة** اور تبلیغی جماعت جیسی جماعتیں اپنی فکر اور نظریہ کے مطابق دین کا کام کر رہی ہیں۔

سمینار کے ایک اور مقرر مولانا حافظ صلاح الدین یوسف کا موقف بھی تصویر کے استعمال کے بارے قدرے سخت تھا۔ انھوں نے یہ بات تسلیم کی کہ الکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نشر واشاعت کے جدید اور انتہائی مؤثر ذرائع ہیں، لیکن ان کے موجد ملحد اور سیکولر قسم کے لوگ ہیں جو کسی اخلاقی اصول اور ضابطۂ حیات کے قائل نہیں ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ مسلمان ممالک ان کے ذہنی اور سیاسی غلام ہیں، اس لیے دونوں کے ذرائع ابلاغ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس صورت حال نے اسلامی طبقہ کو پریشان اور مضطرب کر رکھا ہے اور وہ بھی ان جدید ذرائع نشر و اشاعت کو استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اس بارے میں سخت موقف رکھنے کے باوجود مولانا مسئلہ زیر گفتگو میں علماء کے درمیان اختلافات کا ذکر فرماتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ انسان اپنی استطاعت سے زیادہ کا مکلّف نہیں ہے (البقرۃ:۲۸۶) اس لیے دعوت و تبلیغ کی غرض سے اس ذریعہ کے استعمال سے گریز کرنے والے ان شاء اللہ ماجور ہوں گے۔ انھیں اندیشہ ہے کہ تبلیغِ دین کے لیے تصاویر کی حرمت میں نرمی برتنے سے مذہبی جماعتوں کے قائدین اور رہ نماؤں میں اپنی تصویریں اخباروں میں چھپوانے اور ٹی وی پر آنے کا شوق بڑھ جائے گا۔ اضطرار کے فلسفہ پر ان کا اعتراض ہے کہ کیا یہ واقعی ضرورت ہے؟ کیا اس مقصد کے لیے آڈیو کافی نہیں ہے۔ ان اشکالات کے باوجود مولانا قرارداد سے اتفاق فرماتے ہیں۔

مولانا محمد رمضان سلفی کے نزدیک تصویر کے بارے میں شریعت کا حکم بالکل واضح اور غیر نزاعی ہے، کیوں کہ منصوص امور میں تاویل کا دخل نہیں ہوا کرتا۔ جہاں تک تصویری میڈیا میں اسلامی عقائد و افکار کی تبلیغ و ترویج کا مسئلہ ہے تو یہ امور اجتہادیہ میں سے ہے، لیکن ان کے نزدیک چوں کہ رسول اللہ ﷺ نے مصوّر یعنی فوٹوگرافر پر لعنت بھیجی ہے، [۲۰] اس لیے امور منصوصہ میں تاویل، ایمان میں کم زوری کی علامت ہے۔ اس کے باوجود

انھوں نے مسئلۂ زیرِ غور کو امورِ اجتہادیہ میں شمار کیا ہے اور اجتہادی رایوں میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہوسکتا ہے۔ سدِّ باب کے طور پر آپ کا بھی خیال ہے کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کو لوگوں میں پھیلانے کے لیے جدید وسائل سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

مولانا محمد شفیق مدنی نے اپنے مقالہ میں حرمتِ تصویر کی چار ممکنہ علتوں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے:

(۱) یہ غیر اللہ کی تعظیم میں غلو اور عبادت میں شرک کا ذریعہ ہے، جیسا کہ قوم نوحؑ نے اپنے صالحین کے ناموں پر ان کی تعظیم واحترام میں مجسمے بنائے۔ حدیث ابن عباسؓ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان کے گم راہ کرنے سے ان کی قوم کے لوگوں نے ود، سواع یغوث، یعوق اور نسر کے مجسّمے بنائے جو بعد میں معبود بن گئے[۲۱]۔ ابن العربی کا خیال ہے کہ تصویر کی حرمت سدِّ ذرائع کی خاطر ہے اور یہ علّتِ مستنبطہ ہے، جب کہ اس کی منصوص علّت اللہ کی تخلیق سے مشابہت ہے[۲۲]۔ اس موقف کی تائید امام نوویؒ اور ابن تیمیہؒ نے کی ہے[۲۳]۔

(۲) بعض علماء کی رائے یہ بھی ہے کہ چوں کہ مشرکین تصاویر بناتے، بت گھڑتے اور ان کی پرستش کرتے تھے، اس لیے یہ تشبیہ ہی تصویر کی حرمت کے لیے کافی ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے طلوع و غروب کے وقت سجدہ نہ کرنے کے حکم کی یہی علت بتائی ہے[۲۴]۔ اس کی علّت میں صحیحین کی احادیث بھی ہیں[۲۵]۔ علامہ ابن تیمیہؒ کے نزدیک غیر مسلموں کی مشابہت ممنوع ہے[۲۶]۔

(۳) بعض علماء کے نزدیک حرمت کی علت نحوست ہے، یعنی تصویر کی جگہ فرشتوں کا داخل نہ ہونا[۲۷]۔ لیکن ابن حجرؒ کا کہنا ہے کہ فرشتوں کے عدم دخول کا سبب تصاویر کی تعظیم میں کفار سے مشابہت ہے[۲۸]۔ اسی لیے بطور اہانت اسے کاٹ کر یا پامال کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے[۲۹]۔ حدیث میں کتا بھی شامل ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ حرمت نوعی نہیں ہے، کیوں کہ شکاری کتا رکھنے کی اجازت ہے[۳۰]، بلکہ ایک حدیث میں اس ذیل میں جنبی بھی داخل ہے۔[۳۱]

(۴) اس کی علت میں اللہ کی تخلیق سے مشابہت بھی ہے۔ ابن العربی کے نزدیک یہ منصوص علت ہے۔ انھوں نے بخاری کی دو اور مسلم کی دو احادیث سے استدلال کیا ہے۳۲۔ حافظ ابن حجر کے نزدیک ممن ذهب یخلق میں ذهب قصد وارادہ کے معنی میں ہے۳۳۔ اسی لیے بہت سے علماء اس کو تخلیق کے چیلنج سے مشروط کرتے ہیں۔

انھوں نے عام حالات میں بچوں کے کھلونوں کو چھوڑ کر تصویر سازی کو حرام ٹھہرایا ہے اور ان احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں تصویر سازی کی ممانعت آئی ہے۔ اپنے موقف کی تائید میں انھوں نے سعودی عرب کی اللجنة الدائمة کے فتویٰ کو بھی پیش کیا ہے، جس میں ذی روح مخلوق کی تخلیق میں اللہ کی مشابہت کی بنا پر تصویر کو وسیلۂ شرک کہا گیا ہے۳۴۔ مشابہتِ کفار سے بچنے کے لیے قرآن کی آیتؒ لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا'' (البقرۃ:۱۰۴) سے مشتبہ چیزوں کے استعمال میں حدیث نبویؐ ''دع ما یریبک الیٰ ما لا یریبک'' ۳۵ سے اور دو لونڈیوں کے ایک ساتھ جمع نہ کرنے کے سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اثر سے، جس کی قرآن میں ممانعت نہیں ہے ۳۶ استدلال کیا ہے۔

انھوں نے کہا ہے کہ خاص حالات میں فحاشی وعریانی کا دروازہ کھولنے کے لیے نہیں، بلکہ اعلیٰ مقاصد کے حصول اور بڑے ضرر وفساد سے بچنے کی خاطر قاعدہ 'یختار اخف الضررین' کے مطابق تصویر سازی کو برداشت کیا جاسکتا ہے، جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ دین کی خاطر میلے میں جانا ۳۷ اور دیہاتی کے مسجد میں پیشاب کر دینے ۳۸ کو گوارا کیا تھا۔ انھوں نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ اگر صرف تصویر سے بچنے کے لیے علماء کرام اپنی قوم کو لادینی عناصر کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتے ہیں تو یہ بڑا قومی وملی نقصان ہوگا۔ ان کے خیال میں سدِّ ذرائع کے ساتھ فتح ذرائع کا اصول بھی اپنانا چاہئے۔ امام قرافی لکھتے ہیں ''یہ بات جان لیجئے کہ جس طرح کسی ذریعہ کو (خرابی کی طرف لے جانے کی وجہ سے) بند کرنا ضروری ہے اسی طرح (منفعت کی طرف لے جانے کی وجہ سے) کھولنا بھی کبھی واجب، کبھی مکروہ، کبھی مستحب اور کبھی مباح ہوجاتا

ہے۔'' ۳۹؎ جیسے کہ حضرت زیدؓ کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا گیا، تاکہ تبلیغ دین میں سہولت ہو۔ ٹی وی وغیرہ، اسی طرح ذریعہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس معاملہ کو اضطرار پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ یہاں ان ذرائع کا متبادل موجود ہے۔ پاسپورٹ وغیرہ پر تصویر کے لزوم کو بھی وہ اضطرار نہیں، بلکہ دینی عمل سمجھتے ہیں۔ انھوں نے اس سلسلہ میں اور بھی کئی مثالیں دی ہیں۔ مثلاً مستحاضہ یا سلس البول کے مریضوں کو بغیر طہارت کے نماز ادا کرنے کی رخصت، جان بچانے کے لیے کلمۂ کفر کہنے کی اجازت اور نکاح کی غرض سے اجنبی عورت کو دیکھنے کی رخصت وغیرہ۔ اکثر علماء نے اسی اصل کے تحت بچوں کے کھلونوں کو مستثنیٰ کیا ہے۔ یہی بات حلیمی نے لکھی ہے ۴۰؎۔ علامہ البانی کی بھی یہی رائے ہے۔ نیز سعودی عرب کا فتویٰ ہے کہ جب کسی معاملہ میں شر پر خیر غالب آجائے تو حکم غالب پر لگے گا ۴۱؎۔ ان کی حتمی رائے ہے کہ انسان کو حالات کے تقاضوں کے تحت تیار ہونا چاہئے۔ توپ کا مقابلہ تلوار سے، جنگی جہاز کا مقابلہ کلاشنکوف یا میزائل سے اور ایٹم بم کا مقابلہ توپوں سے نہیں کیا جاسکتا۔

☆ حافظ عبدالرحمٰن کے نزدیک احکام شرعیہ کی حکمتیں معلوم کرنا فقاہت ہے: **من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین** ۴۲؎۔ ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکمِ حرمت کے بعد اس فعل کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا، لیکن اسباب و وجوہ کی دریافت فقاہت ہے۔ اسباب تحریم میں انھوں نے انہی اسباب اور احادیث کا ذکر کیا ہے جو عام طور سے پیش کی جاتی ہیں۔ انھوں نے تصویر بنانے اور رکھنے کے حکم میں بھی فرق کیا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض احادیث سے استدلال کیا ہے۔ انھوں نے تصویر اور عکس میں فرق کرتے ہوئے بتایا ہے کہ مناہجِ شریعت اور مناسکِ شریعت میں فرق ہے۔ مناسک شرعی کا نسخ دائمی حیثیت رکھتا ہے، لیکن مناہج شریعت میں نسخ کے وہ معنیٰ نہیں ہیں۔ اس کی وضاحت امام ابن تیمیہؒ، سیوطیؒ اور زرکشیؒ نے کی ہے۔ ان دونوں میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے بعض اوقات علماء کو التباس ہوجاتا ہے۔ انھوں نے بتایا ہے کہ احکام شرعیہ کی توجیہ و تعلیل قیاس میں بھی ہوتی ہے اور سدِّ ذریعہ میں بھی۔ انھوں نے اس کی مثالیں بھی دی ہیں اور اصول

بھی قائم کیے ہیں، مثلاً سدِّ ذریعہ میں شرعی حکم کا تعلق حکمت سے ہوتا ہے اور جائز معاملات کو محدود کیا جاتا ہے، جب کہ قیاس کو علّت سے مربوط کیا جاتا ہے، جس کی بنا پر حکم میں توسّع پیدا ہوتا ہے۔ اسی لیے اسے مناط (کھونٹی) کہتے ہیں۔ قیاس میں علّت و حکمت مطرد (ہمیشہ جاری) رہتی ہے، جیسے مسافر کے لیے روزہ کی ہمیشہ رخصت، جب کہ سدِّ ذریعہ میں حکمت اہمیت مقاصد کے تحت بدلتی رہتی ہے، جیسے حق تلفی اور ظلم کو روکنے کے لیے رشوت کا جواز وغیرہ۔

☆ مولانا عبدالمالک کا مقالہ اس سیمینار میں انتہائی اہمیت کا حامل تھا اس لیے کہ یہ جماعت اسلامی پاکستان میں شامل علماء کا متفقہ فیصلہ تھا۔ جماعت اسلامی کی کمیٹی احادیث رسولؐ، فقہاء اور علماء کے اقوال پر غور کرنے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچی تھی موصوف نے ان کا ذکر کیا تھا، وہ درج ذیل ہے:

رسول اللہ ﷺ سے تصویر سازی کے بارے میں ایک بھی روایت ثابت نہیں ہے، اس لیے تصویر سازی کی حد تک شریعت کی حرمت مکمل طور سے واضح ہے۔ اس کے استثنا کی صرف یہ صورت ہے کہ سر کاٹ کر یا پھر تکیہ کی صورت میں اسے استعمال کیا جائے۔ اس سلسلہ میں جو فیصلہ کیا گیا اس کے نکات درج ذیل ہیں:

(۱) قد آدم تصویر جائز نہیں۔ چھوٹی تصویریں فقہی قواعد ' **الضرورات تبیح المحظورات** "اور" **الحاجة تنزل منزلة الضرورة عاماً او خاصاً**' کے تحت آتی ہیں۔

(۲) تصویری بیج بنانا اور اسے سینہ پر آویزاں کرنا غیر ضروری اور ممنوع ہے۔

(۳) تصویریں فروخت نہ کی جائیں اور نہ اسے کاروبار بنایا جائے۔

(۴) خواتین کے فوٹو اور تصاویر نہیں بنائی جائیں گی۔

اخبارات میں شائع ہونے والی تصویروں پر حکم لگانے میں بہ وجوہ سکوت اختیار کیا گیا۔ ٹی وی پر آنے اور بنانے کے بارے میں یہ رائے اختیار کی گئی کہ اسے بدی کے لیے استعمال نہ ہونا چاہئے ۔یعنی فحاشی، عریانی اور بے دینی کی اشاعت کے لیے اسے استعمال نہ ہونا چاہئے، البتہ نیک کاموں میں اسے استعمال کرنے کی حوصلہ افزائی ہونی

چاہیے۔ یہ رائے بھی قائم کی گئی کہ ٹی وی اور ویڈیو میں اصلاً کوئی فرق نہیں ہے، اس لیے حکم میں بھی کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ ٹی وی پروگراموں میں علماء کا حصہ لینا" الحاجة تنزل منزلة الضرورة " کے تحت بہ قدرِ ضرورت جائز ہے۔

جماعت اسلامی کی علمی مجلس شرعی کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ " دعوت، اصلاح اور اسلامی مقاصد کے حصول، خصوصاً اسلام کے دفاع اور دین مخالف پروپیگنڈے کا جواب دینے کے لیے الکٹرانک میڈیا کا استعمال جائز ہے، خواہ بہ اکراہ ہی کیوں نہ ہو۔"

☆ پروفیسر محمد یوسف خاں نے تصویر کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: "تصویر کسی حیوان کا ایسا نمونہ تیار کرنے کا نام ہے جو اس حیوانی شکل کو واضح کر دے۔ وہ نمونہ خواہ مجسّم ہو یا مسطّح، سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار (دو ابعادی یا سہ ابعادی)" ۴۳؎۔ "تخلیقِ خداوندی کی مشابہت پیدا کرنا اور اس کی نقّالی کرنا تصویر کہلاتا ہے" ۴۴؎۔ "یہ مشابہت یا نقالی عام ہے، خواہ مجسمہ کی صورت میں ہو یا نقش و رنگ کی صورت میں اور خواہ قلم سے نقاشی کی جائے یا پریس وغیرہ پر چھاپا جائے یا فوٹو وغیرہ کے ذریعہ عکس کو قائم کیا جائے۔ یہ سب تماثیل اور تصاویر کہلاتے ہیں" ۴۵؎۔ انھوں نے حرمت کی تین احادیث بھی نقل کی ہیں۔

انھوں نے ائمۂ مجتہدین کی آراء نقل کرنے کا بھی اہتمام کیا ہے، جو مندرجہ ذیل تین نکات پر مشتمل ہے۔

(۱) ذی روح کی مجسم مکمل تصاویر (جن میں منحصر زندگی کے اعضاء موجود ہوں) کی حرمت پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

(۲) ذی روح کی غیر مجسم تصاویر کی حرمت پر ائمۂ ثلاثہ (ابوحنیفہؒ، شافعیؒ اور احمدؒ) کا اتفاق ہے۔ ایک قول امام مالکؒ کا بھی اس کی تائید میں ہے۔

(۳) دوسری روایت میں امام مالکؒ سے غیر مجسم تصاویر کا جواز بہ کراہتِ تنزیہی منقول ہے۔ بہت سے علمائے مالکیہ نے اس روایت کو اختیار کیا ہے اور بعض نے بلا کراہت جائز کہا ہے ۴۶؎
۔

"خلاصہ یہ کہ ائمۂ اربعہ کے نزدیک تصویر کشی بالاتفاق ناجائز ہے، جب کہ وہ

مجسم شے ہو، البتہ غیر مجسم شے کی تصویر کشی پر تین ائمہ تو متفق ہیں اور مالکیہ کا مختار مذہب کراہت کا ہے، لیکن بعض مالکیہ کے یہاں اس کا جواز پایا جاتا ہے''۔۴۷

''حضرت ابو ہریرہؓ گاڑی اور لٹکائی ہوئی تصویر کو ناپسندیدہ سمجھتے تھے۔امام مالکؒ کا بھی یہی موقف تھا،لیکن ان کی رائے میں یہ کراہت تنزیہی ہے تحریمی نہیں''۔۴۸

امام مالک اور امام شافعی کی آراء کے دلائل کے لیے حواشی میں درج مراجع دیکھے جا سکتے ہیں۔۴۹

پروفیسر محمد یوسف خاں نے اس کے بعد جمہور علماء کی رائے بیان کی ہے کہ آلہ کے بدل جانے سے حکم میں تبدیلی نہیں ہوتی۔لیکن شیخ محمد بخیت اور دیگر عرب عالموں کی اس رائے کے بعد کہ کیمرہ کی تصویر حبس الظل ہونے کے باوجود ناجائز نہیں ہے، یہ فرمایا ہے کہ امام مالک اور علامہ بخیت کے فتویٰ کی وجہ سے یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہوگیا ہے۔اس سلسلہ میں حنابلہ اور بعض شوافع واحناف کے یہاں قطع وتخفیف جسم کے جواز کا ذکر کیا گیا ہے۵۰۔ ڈیجیٹل کیمرہ کے بارے میں انھوں نے بھی دارالعلوم کراچی کا فتویٰ نقل کیا ہے کہ اگر یہ تصاویر کاغذ پر پرنٹ نہ ہوں تو انھیں تصویر قرار دینے میں تأمل ہے، لیکن پرنٹ ہونے کے بعد وہ تصویر کے حکم میں ہوں گی۔۵۱

انھوں نے بتایا کہ ٹیلی ویژن پر پیش کی جانے والی تصویر کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) ٹی وی پر ایسی چیز دکھائی جائے جو پہلے سے تصویر کی شکل میں موجود ہے اور اس کو بڑا کر کے اسکرین پر دکھایا جارہا ہے تو یہ تصویر کا ظل اور سایہ ہے۔یہ اس وقت تک باقی رہتی ہیں جب تک کیسٹ چلتی ہے، ورنہ رک جاتی ہے۔۵۲

(۲) جو تصویر براہ راست (live) ٹیلی کاسٹ کی جاتی ہے وہ تصویر کے حکم میں نہیں، کیوں کہ تصویر وہ ہوتی ہے جسے علیٰ صفۃ الدوام ثابت اور مستقر کر دیا جائے، لائیو ٹیلی کاسٹ ہونے والی تصویر ویسے ہی ہے جیسے کوئی شخص آئینہ کے انعکاس میں کوئی شے دیکھ رہا ہو۔

(۳) ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ دکھائی جانے والی تصاویر چوں کہ ذرات کو

منعکس کر کے دکھائی جاتی ہیں اس لیے انھیں بھی تصاویر نہیں کہا جائے گا۔۵۳؎

جن تصاویر کا بنانا اور رکھنا ناجائز ہے ان کا ارادہ اور قصد کے ساتھ دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ اتفاقاً نظر پڑ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔۵۴؎

حرمتِ تصویر کی قطعیت اور ظنیت کے باب میں وہ فرماتے ہیں کہ بت و مجسمہ کی حرمت کی قطعیت پر اجماع ہے۔ غیر مجسم منقوش تصاویر کی حرمت ظنّی ہے قطعی نہیں، کیوں کہ یہ عام مخصوص منہ البعض سے ہیں اور اس اصل سے حکمِ قطعی نہیں، بلکہ ظنّی ثابت ہوتا ہے۵۵؎۔ یہ مذہب جمہور حنفی علماء مثلاً ابوالحسن کرخی، ابوبکر جصاص اور عام عراقی مشائخ ابوزید دبوسی، ماوراء النہر کے اکثر مشائخ بزودی اور متأخرین وغیرہ کا ہے۔

فروغ اسلام کے لیے الکٹرانک میڈیا کے سلسلہ میں انھوں نے دو فقہی اصطلاحات پر گفتگو کی ہے: ضرورت اور اضطرار۔ اہل اصول کی اصطلاح میں ضرورات وہ امور کہلاتے ہیں جن پر دین و دنیا کے مصالح موقوف ہوں اور ان کے فوت ہونے سے مصالح دینی و دنیوی صحیح طریقے سے انجام نہ پا سکیں، مثلاً جہاد کی مشروعیت، حفاظتِ دین حفاظتِ نفس اور حفاظتِ مال وغیرہ (اصل عربی عبارت میں حفظِ عقل اور حفظِ نسب کے بھی نکات ہیں)۵۶؎۔ ''حاجت وہ امور کہلاتے ہیں جن کا انسان پیش آنے والی مشقت و تنگی کو دور کرنے کے لیے محتاج ہوتا ہے''۵۷؎۔ اور ''جب جان کے ضیاع کا یقین یا ظن غالب ہو جائے یا انسان ایسی حالت میں پہنچ جائے کہ اگر ممنوع کا استعمال نہ کرے تو ہلاک ہو جائے تو اسے اصطلاح میں اضطرار کہا جاتا ہے''۔۵۸؎

ضرورت اور اضطرار کی شرائط درج ذیل ہیں:

(۱) حرام چیز کے استعمال نہ کرنے کی صورت میں ضروریات خمسہ میں سے کسی ایک کے ضیاع کا خطرہ ہو۔

(۲) یہ خطرہ موہوم نہیں، بلکہ یقین اور ظن غالب کے درجہ میں ہو۔

(۳) اس حرام چیز کے استعمال سے ضروریات خمسہ میں سے پیش آمدہ ضرورت کے پورا ہونے کا یقین یا ظنِ غالب ہو۔

(۴) حرام وممنوع کے علاوہ کوئی حلال چیز میسر نہ ہو۔

(۵) بقدر ضرورت ہی استعمال کیا جائے۔[۵۹]

مذکورہ اصول کے استعمال کی ضرورت اسی وقت پیش آتی ہے جب کہ مسئلۂ زیر گفتگو کی کوئی صراحت قرآن یا حدیث میں نہ ہو اور اس کے ناجائز ہونے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہو۔[۶۰]

مذکورہ بالا تفصیلی بحث سے مستفاد ہوتا ہے کہ ٹی وی وغیرہ کی ممانعت نفی لعینہٖ کے بجائے نفی لغیرہٖ کی ہے، اس لیے درج ذیل شرائط کے ساتھ اسلامی ٹی وی چینل قائم کرنے کے بارے میں مشاورت کی جانی چاہیے: (۱) اس چینل پر فلم اور گانے نہ پیش کیے جائیں۔ (۲) ترجمان اور خبر دینے والا مرد ہو۔ (۳) صرف جائز خبریں پیش کی جائیں۔ (۴) ذی روح کی تصویر سے حتی الامکان احتراز کیا جائے۔

حواشی ومراجع

۱. وہ آیت یہ ہے: يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ (سبا: ۱۳) ”جو کچھ (سلیمان) چاہتے وہ (جنات) تیار کر دیتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولھوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں“

۲. ملاحظہ کیجیے سفر خروج: ۴/۲۰

۳. تفسیر ثنائی: دار الکتاب، نئی دہلی، نومبر ۱۹۸۳ء، ص ۵۱۴

۴. احکام التصویر فی الاسلام: ۶۶، ۶۷

۵. فتاوی المرأة: ۱۵ ۶. ایضاً: ۱۷، ۱۸

۷. روائع البیان: ۴۱۶/۲ ۸. الحلال والحرام فی الاسلام

۹. الجواب الشافی فی اباحة التصویر الفوتوغرافی

۱۰. آیات الاحکام: ۶۱/۴

۱۱. یسئلونک فی الدین والحیاة: ۶۳۲/۱

۱۲. حکم التصویر: ص ۵۸ ۱۳. حکم التصویر الفوتوغرافی: ۲۳

۱۴. تصویر کا مسئلہ از محمد رفیع مفتی: ص ۹۶ ۱۵. محدث: جون ۲۰۰۸ء، ص ۲۱

۱۶. فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۶۷۴/۱، فتویٰ نمبر ۵۸۰۶

۱۷. شرح صحیح مسلم: ۱۹۹/۲ پاکستانی نسخہ؛ عمدة القاری: ۳۰۹/۱۰

۱۸ الصاوی علیٰ شرح الصغیر :۵۰۱/۲بحوالہ تکملة فتح الملهم:۱۵۹/۴

۱۹ فتح الباری ۳۹۰/۱۰، ۳۸۴/۱۰، ۳۸۶/۱۰ ۲۰ بخاری:۵۹۶۲

۲۱ بخاری، کتاب التفسیر:۴۹۲۰، یہی بات صحیح بخاری، حدیث نمبر ۴۳۴ میں بھی کہی گئی ہے

۲۲ احکام القرآن:۱۶۰۰/۴

۲۳ شرح مسلم، نووی:۹۱/۱۴، اقتضاء الصراط المستقیم:۱۹۳/۲

۲۴ اقتضاء الصراط المستقیم:۲۱۸/۱ ۲۵ بخاری:۴۲۶، مسلم:۵۲۸

۲۶ اقتضاء الصراط المستقیم:۳۳۵/۱ نیز ۳۳۲/۱ ۲۷ مسلم:۲۱۰۶

۲۸ فتح الباری:۳۹۱/۱۰، ۳۹۲ ۲۹ بخاری:۵۹۵۴

۳۰ بخاری:۱۷۵ ۳۱ ابوداؤد:۴۱۵۲

۳۲ بخاری:۵۹۵۴، مسلم:۲۱۱۱، بخاری:۵۹۵۱، مسلم:۱۶۷۱

۳۳ فتح الباری:۳۸۶/۱۰ ۳۴ اللجنة الدائمة:۶۶۱/۱

۳۵ ترمذی:۲۵۱۸ ۳۶ مؤطا امام مالک:۵۳۸/۲

۳۷ بخاری:۳۷۷ ۳۸ مسلم:۲۲۱

۳۹ الفروق:۶۰/۲ ۴۰ المنهاج فی شعب الایمان :۹۷/۳

۴۱ فتاویٰ اللجنة الدائمة :۶۷۴/۱

۴۲ بخاری:۱۷ ۴۳ الموسوعة الفقهية:۹۳/۱۲، ۹۴

۴۴ المرقاة لحل المشكاة:۳۲۵/۸ ۴۵ جواهر الفقه:۶۲/۴

۴۶ دروس ترمذی:۳۴۷/۵، احسن الفتاویٰ:۴۲۵/۸

۴۷ فتح الباری:۳۹۱/۱۰، تکملہ فتح الملہم :۱۵۹/۴، حاشیہ الدسوقی:۳۳۸/۲ وغیرہ

۴۸ المغنی لابن قدامه :۶/۷

۴۹ المغنی لابن قدامه:۷/۷، الشافی:۱۸/۴، زکریا:۲، الموسوعة الفقهية:۱۱۰/۱۲

۵۰ بحوالہ المغنی:۷/۷، فتح الباری:۳۹۲/۱۰، ۳۹۵/۱۰، درمختار:۴۱۸/۲

۵۱ فتاویٰ دار العلوم کراچی:۱۷/۲۴

۵۲ الموسوعة الفقهيه للكويت:۹۳/۱۲

۵۳ درس ترمذی:۳۵۱، ۳۵۲، تکملہ فتح الملہم :۱۶۷/۴، ۱۶۸

۵۴ جواہر الفقہ :۲۳۹/۳ ۵۵ تیسیر الاصول:۱۰۷، اصول الشاشی

۵۶ المصطلحات الفقهيه :۴۱۰/۲ ۵۷ ایضاً:۵۴۹/۱

۵۸ ایضاً:۲۱۳/۱

۵۹ مستفاد از فتاویٰ دار العلوم کراچی :۱۵/۷/۱۴۲۶ھ ۶۰ ایضاً

☆☆☆